قربانی کے نصاب کا معیار

سونا یا چاندی؟

مولانا عمران ممتاز

فقہ حنفی میں قربانی کے وجوب کے لیے وہی نصاب مقرر ہے جو زکوٰۃ کی فرضیت کے لیے ہے، البتہ دونوں کے نصاب میں دوطرح کا بنیادی فرق ہے:

الف:......قربانی کے نصاب کے لیے مال کا نامی ہونا ضروری نہیں، لہٰذا اگر کوئی شخص اپنے ذاتی ملکیتی گھر میں خود رہائش پذیر نہ ہو اور نہ ہی اس نے اُسے کرایہ پر دیا ہو تو اس گھر کو قربانی کے نصاب میں شمار کریں گے۔

ب:......قربانی کے وجوب کے لیے مال پر سال گزرنا شرط نہیں، جب کہ زکوٰۃ کے مال پر سال گزرنا شرط ہے، لہٰذا جس شخص کے پاس قربانی کے دنوں (دس، گیارہ اور بارہ ذوالحجہ) میں ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی ہو تو اس پر قربانی واجب ہے۔ اگر کسی کے پاس روپے (کرنسی نوٹ) یا سامان تجارت ہو تو اس کی قیمت لگا کر دیکھا جائے گا کہ وہ نصاب کے بقدر ہے یا نہیں؟ اگر نصاب کے بقدر ہے تو قربانی واجب ہوگی، ورنہ نہیں۔

سامانِ تجارت کی تقویم میں فقہاء کے اقوال

سامانِ تجارت کی قیمت لگانے میں فقہائے کرام کے تین طرح کے اقوال ملتے ہیں:

۱:...... مالک کو اختیار ہے کہ وہ سونا یا چاندی کے نصاب میں سے جسے چاہے معیار بنائے۔ یہ ظاہر الروایۃ ہے۔

۲:......سونا یا چاندی میں سے مالِ تجارت جس کے نصاب کو پہنچتا ہو اُسے معیار بنایا جائے گا، کیوں کہ اس میں فقراء و مساکین کا فائدہ ہے۔ یہ نادر الراویۃ ہے۔

۳:......سامانِ تجارت سونا یا چاندی میں سے جس چیز کے بدلے میں خریدا گیا ہے، اسی کو معیار بنایا جائے گا، لہٰذا اگر سامانِ تجارت دراہم کے بدلے خریدا جائے تو چاندی کا نصاب معیار ہوگا اور اگر دینار کے بدلے خریدا جائے تو سونے کا نصاب معیار ہوگا۔

چاندی کو معیارِ نصاب بنانے پر سوالات

اس زمانہ میں سونا اور چاندی کے نصاب میں کافی فرق ہے۔ چاندی کے نصاب کو معیار بنانے کی وجہ سے اس شخص پر بھی قربانی واجب ہوگی جس کے پاس تقریباً پینتیس ہزار روپے یا ایک تولہ سونا بمع کچھ رقم ہو۔ لیکن اگر سونے کے نصاب کو معیار بنایا جائے تو ان لوگوں پر قربانی واجب نہیں ہوگی، ایسی صورتِ حال میں ''أنفع للفقراء'' کے اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے ان پر قربانی کے وجوب کا حکم لگایا جائے، یا صاحب مال کی رعایت کرتے ہوئے اُسے اختیار دیا جائے کہ وہ سونا چاندی میں سے جسے چاہے معیار نصاب بنائے؟ اس سلسلے میں کئی سوالات تحقیق طلب ہیں:

کیا مالک کو اختیار دینے والی ''ظاهر الرواية'' چھوڑ کر ''أنفع للفقراء'' والی ''نادر الـــرواية'' پر فتویٰ دینا درست ہے، جب کہ ''أنفع للفقراء'' کی رعایت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی محض ایک روایت ہے؟ شریعت نے حج جیسے فریضہ میں اس بات کا خیال رکھا ہے کہ حج اس شخص پر فرض ہوگا جس کے پاس حج کے لیے آنے جانے اور اہل وعیال کے خرچے کے ساتھ ساتھ اتنی رقم بھی ہو جس سے وہ حج کی واپسی پر کاروبار جاری رکھ سکے۔ اگر ایک ٹھیلے والا، جس کے ٹھیلے پر چالیس ہزار کا سامان ہو، ایک متوسط بکرا بھی خریدے تو اس کی قیمت بیس ہزار روپے تک ہوگی، بقیہ روپوں میں اس کے لیے اپنا کاروبار جاری رکھنا ممکن نہیں، یہ شخص قربانی کیسے کرے گا؟ ان امور کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ رائے سامنے آئی ہے کہ قربانی کے نصاب میں قربانی کرنے والے کو اختیار دیا جائے، جب کہ زکوٰۃ کے باب میں حسبِ سابق چاندی ہی معیار ٹھہرے، قربانی اور زکوٰۃ میں وجۂ فرق یہ ہے کہ زکوٰۃ کا مقصد غریبوں کی حاجت پوری کرنا ہے، لہٰذا اس میں ''أنفع للفقراء'' کی روایت پر ہی عمل ہو، جب کہ قربانی کا مقصد غریبوں کی ہمدردی نہیں، لہٰذا وہاں یہ معاملہ قربانی کرنے والے پر چھوڑ دیا جائے۔ سامانِ تجارت کی مطلق تقویم کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ سامان تجارت کی قیمت لگاؤ اور زکوٰۃ ادا کرو۔ (۱)

ان تمام سوالات کے جواب میں درج ذیل نکات پیش خدمت ہیں:

۱:......نصاب کی تعیین میں ''أنفع للفقراء'' کی رعایت

حنفی کتب فقہ اور کتب فتاویٰ اس بات پر متفق ہیں کہ سامانِ تجارت کی تقویم میں ''أنفع للفقراء'' کی رعایت کرتے ہوئے ''نادر الروایۃ'' پر فتویٰ دیا جائے گا۔ (۲)

۲:......سامانِ تجارت کی تقویم میں مالک کو کب اختیار ہے؟

سامانِ تجارت کی قیمت لگانے میں مالک اس وقت مختار ہے جب سامان سونا اور چاندی دونوں کی قیمت کے حساب سے نصاب کو پہنچتا ہو۔ اگر کسی ایک کے حساب سے نصاب مکمل ہو دوسرے

کے حساب سے مکمل نہ ہوتو اسی کے ذریعہ قیمت لگانا ضروری ہے جس سے نصاب کی تکمیل ہو۔ اس صورت میں مالک کو اختیار نہیں دیا جائے گا۔ (۳)

۳: ......کیا نادر الروایۃ پر فتویٰ دیا جاسکتا ہے؟

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ''شرح عقود رسم المفتی'' میں اس پہلو کو تفصیل سے بیان کیا ہے کہ اگر کسی ''نادر الروایۃ'' کی تصحیح موجود ہو تو اس تصحیح کا اعتبار کر کے اس پر فتویٰ دینا درست ہے۔ (۴)

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فیض الباری میں لکھا ہے کہ: جب کسی مسئلہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کئی روایات ہوں تو اکثر مشائخ کا یہ دستور ہے کہ وہ ''نادر الروایۃ'' کو چھوڑ کر ''ظاہر الروایۃ'' کو لیتے ہیں، یہ طریقہ میرے نزدیک درست نہیں، خاص طور پر جب کسی حدیث سے ''نادر الروایۃ'' کی تائید ہوتی ہو، میں ایسی صورت میں اس حدیث کو ''نادر الروایۃ'' پر محمول کرتا ہوں اور اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتا کہ وہ ''نادر الروایۃ'' ہے، کیوں کہ جب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے کوئی روایت منقول ہو تو ان کے پاس اس پر حدیث یا کوئی اور دلیل لازمی ہوگی، پھر جب مجھے اس کے موافق حدیث مل جاتی ہے تو میں اسے اس حدیث پر ہی محمول کرتا ہوں۔ (۵) لہٰذا جب اکابر علمائے کرام نے ''انفع للفقراء'' والی روایت پر فتویٰ دیا ہے اور اس کی تصحیح کی ہے تو اس پر فتویٰ دینا درست ہے۔

۴: ......''أنفع للفقراء'' امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے

''أنفع للفقراء'' کی پابندی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی محض ایک روایت نہیں، بلکہ ان کا مذہب ہے، ''تبیین الحقائق''، (۶) ''النہر الفائق'' (۷) اور ''الجوہرۃ النیرۃ'' (۸) میں اسے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب قرار دیا گیا ہے، ''المحیط البرہانی'' میں ہے کہ یہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی بھی ایک روایت ہے۔ (۹)

۵: ......''أنفع للفقراء'' کی پابندی میں احتیاط ہے

قربانی کے سلسلے میں احتیاط اسی میں ہے کہ مالِ تجارت کی تقویم میں سونا اور چاندی میں سے وہ چیز معیار ٹھہرائی جائے جس سے نصاب مکمل ہو جائے۔ مالک کو اختیار نہ دیا جائے۔ مالک کو اختیار وہاں دیا جاتا ہے جہاں دونوں نصاب پورے ہو رہے ہوں۔ اگر صرف چاندی کا نصاب پورا ہو رہا ہے، سونے کا پورا نہیں ہو رہا تو یہاں مالک کو اختیار دینے کی بجائے قربانی کے وجوب کا حکم دیا جانا متعین ہے۔ کیوں کہ عبادات، معاملات سے زیادہ احتیاط کے متقاضی ہوتے ہیں، ''أنفع للفقراء'' والی روایت میں احتیاط ہے، لہٰذا اسی پر فتویٰ دیا جائے گا، موجودہ زمانہ میں جب کہ عوام دینی احکامات کی بجا آوری میں سستی کا شکار ہیں، ایسے موقع پر اُنہیں رُخصتیں فراہم کرنا شریعت کے اُصولوں کے منافی اور خلافِ حکمت معلوم ہوتا ہے۔

۶: ......چاندی کے نصاب کا مالک شریعت کی نگاہ میں مالدار ہے

چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ ہے۔ اگر کسی شخص کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی ہو تو

وہ شریعت کی نظر میں مالدار ہے۔ اب اگر اس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کا مالِ تجارت ہو یا اتنی مالیت کی نقدی (کرنسی) ہو تو اُسے مالدار شمار نہ کرنا خلافِ مشروع ہے۔

:......اقل نصاب کے مالک کے لیے قربانی کی ممکنہ صورتیں

یہ ضروری نہیں کہ جس شخص کے پاس چالیس ہزار روپے ہو وہ اس بات پر مجبور ہو کہ آدھی رقم سے قربانی کرے، کیوں کہ متوسط قسم کا بکرا دس سے بارہ ہزار روپے تک مل سکتا ہے، پھر قربانی میں بکرے کی جنس سے قربانی کرنا بھی لازم نہیں، بلکہ وہ گائے میں حصہ دار بن کر بھی یہ واجب ادا کرسکتا ہے۔ شہر کراچی میں گائے کے ایک حصہ کی قیمت ۸ سے ۹ ہزار روپے تک ہے۔ نیز اگر واجب کی ادائیگی مقصود ہو تو شمالی علاقہ جات میں بعض مقامات پر ۳ سے ۴ ہزار روپے میں حصہ ڈال کر بھی قربانی کی جاسکتی ہے۔ بعض ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ بھارت میں گائے کی قربانی کا ایک حصہ تقریباً سترہ سو پاکستانی روپے کا مل جاتا ہے۔

قربانی اور حج میں فرق

قربانی کو حج پر قیاس کرنا درست نہیں، کیوں کہ قربانی کے سلسلے میں جو روایات ہیں، اس میں ''**سعة**'' کا لفظ ہے۔ قربانی نہ کرنے والوں کے لیے جس طرز کی وعید وارد ہوئی ہے، اس کا سیاق وسباق یہی بتاتا ہے کہ اس گنجائش سے ادنیٰ درجہ کی گنجائش مراد ہے، انتہائی درجہ کی گنجائش مراد نہیں۔ اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ زکوٰۃ کی بہ نسبت قربانی کے نصاب میں زیادہ گنجائش نہیں دی گئی، کیوں کہ قربانی کے نصاب کا نامی ہونا اور اس پر سال گزرنا ضروری نہیں، جب کہ حج کے بارے میں وارد روایات میں خود زَاد اور رَاحلہ کی تفصیل ہے، اس میں گنجائش خود شارع نے دی ہے۔

نیز حج کے لیے انسان اپنا گھر بار چھوڑ کر جاتا ہے، اس لیے حج کی فرضیت کے لیے اتنا مال ہونا ضروری ہے جس سے وہ اپنے سفر کے اخراجات پورے کرسکے۔ گھر والوں کے لیے اتنا مال چھوڑ کر جائے جس سے اس کے گھر والے اپنی ضروریات پوری کرسکیں اور اگر وہ کاروباری شخص ہے تو اس کے پاس اتنی زائد رقم بھی ہو جس سے اس کے لیے حج سے واپسی پر ایسا کام جاری رکھنا ممکن ہو، جس سے وہ اپنے اور اپنے گھر والوں کے لیے ضروری اخراجات پورے کرسکے۔ ٹھیلے والا اگر چالیس ہزار روپے میں سے دس ہزار بھی قربانی میں خرچ کردے تو بقیہ ۳۰ ہزار سے بآسانی اپنے گھر والوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے کام جاری رکھ سکتا ہے۔ (۱۰)

۹:......سونے کو نصاب مقرر کرنے میں خرابی

سونے کا نصاب تقریباً چار لاکھ روپے بنتا ہے، جو بہت زیادہ ہے، اگر اُسے معیار بنایا گیا تو بہت سے ان لوگوں پر قربانی واجب نہیں ہوگی جو قربانی کی وسیع قدرت رکھتے ہیں، یوں قربانی صرف بہت زیادہ امیر لوگوں پر ہی واجب ہوکر رہ جائے گی۔

۱۰:...... زکوٰۃ کے سلسلے میں مالِ تجارت کی مطلق تقویم کے بارے میں روایات کا محمل

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کا مقصد یہ نہیں تھا کہ ہر صورت میں مالک کو اختیار ہے۔ حدیث کا منشأ سمجھنے کے لیے اس زمانے کے حالات کو پیش نظر رکھنا ہوگا، یہ اس زمانہ کی بات ہے جب سونا اور چاندی کے نصاب کی قیمت قریب قریب تھی، کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں دونوں کے نصاب کی قیمت میں زیادہ تفاوت نہیں تھا، لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مطلقاً تقویم کا حکم دیا، کیوں کہ اس سے فرق نہیں پڑتا، جب کہ اس زمانہ میں دونوں کی قیمتوں میں کافی تفاوت آچکا ہے، اور دن بدن مزید آرہا ہے، اس لیے سونے کے نصاب کو معیار بنانے کے لیے موجودہ دور میں اس روایت سے استدلال کرنا درست نہیں۔

۱۱:......زکوٰۃ اور قربانی دونوں کا مقصد غرباء کی حاجت برآری ہے

زکوٰۃ اور قربانی میں فرق کرنے کے لیے یہ عذر پیش کیا گیا ہے کہ زکوٰۃ کا مقصد غریبوں کی حاجت کو پورا کرنا ہے، جب کہ قربانی کی یہ غرض نہیں۔ یہ فرق درست نہیں، کیوں کہ جس طرح زکوٰۃ کے ذریعے غریبوں کی مالی امداد و اعانت کی جاتی ہے، اسی طرح قربانی بھی ان کے ساتھ مدد کا ایک اہم ذریعہ ہے، یہی وجہ ہے کہ قربانی کے گوشت کی ایک تہائی رشتہ داروں میں اور ایک تہائی عام غریبوں میں تقسیم کرنا مستحب ہے اور اس کی کھال صدقہ کی جاتی ہے۔

۱۲:......قربانی اور زکوٰۃ کے نصاب میں فرق نہ کیا جائے

زکوٰۃ اور قربانی کا ایک ہی نصاب ہے، جب قربانی میں سونے کے نصاب کو معیار بنایا جائے گا تو زکوٰۃ میں اُسے معیار نہ بنانے کی کوئی معقول وجہ سمجھ نہیں آتی، جب کہ قربانی کے نصاب کے سلسلے میں ذکر کردہ تمام روایات زکوٰۃ ہی سے متعلق ہیں۔ اس طرح یہ بات زکوٰۃ کے باب میں بھی سونے کو معیار بنانے کا پیش خیمہ ثابت ہوگی، جس کی وجہ سے بظاہر بہت سے فقراء اور مستحقینِ زکوٰۃ مالی امداد اور تعاون سے بھی محروم ہوجائیں گے۔

۱۳:......متقدمین اور متاخرین کی ترجیحات

متقدمین ومتاخرین، قدیم وجدید تمام فقہائے حنفیہ نے نوادر کی ''أنفع للفقراء'' والی روایت پر فتویٰ دیا ہے۔ یہ ایک قسم کا اجماع ہے۔ اس کے خلاف فتویٰ دینا درست نہیں۔ اسی بنیاد پر ہمارے اکابر نے بھی اسی روایت پر فتویٰ دیا ہے۔

۱۴:......قربانی کے ساتھ ملحق دیگر احکام میں بھی سونے کو معیار بنانا

قربانی، صدقۂ فطر، زکوٰۃ کا مستحق ہونے اور رشتہ داروں کا نفقہ ذمہ پر واجب ہونے کا ایک ہی نصاب ہے، جب قربانی کے وجوب کے لیے سونے کے نصاب کو معیار بنائیں گے تو صدقۂ فطر بھی صرف

اس شخص پر واجب ہوگا جس کے پاس ساڑھے سات تولہ سونے کی مالیت (تقریباً چار لاکھ روپے) ہو، جس کے پاس اتنی رقم نہ ہو اس پر صدقۂ فطر واجب نہ ہوگا، اس کے لیے زکوٰۃ لینا بھی جائز ہوگا اور اس پر اس کے غریب، نادار رشتہ داروں کا نفقہ بھی واجب نہ رہے گا۔ (۱۱)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ موجودہ احوال میں قربانی کے وجوب کے سلسلے میں ''أنفع للفقراء'' کی روایت پر ہی بدستور فتویٰ دیا جائے، جیسا کہ اسی روایت پر تمام فقہاء کرام اب تک فتویٰ دیتے چلے آرہے ہیں۔ تقویم میں مالک کو اختیار نہ دیا جائے۔

حوالہ جات

۱:......عن أبی عمرو بن حماس قال : کان حماس یبیع الأدم والجعاب ، فقال له عمرؓ: أدِّ زکاة مالک . قال: إنما مالی فی جعاب وأدم، فقال: قوّمه وأدّ زکاتهٗ . (السنن الصغری للبیهقی، کتاب الزکاة ، باب زکاة التجارة، ج: ۳، ص: ۱۹۸، ط: مکتبة الرشد)

۲:...... (أو) فی (عرض تجارة قیمته نصاب) (من ذهب أو ورق) (مقوّما بأحدهما) إن استویا فلو أحدهما أروج تعین التقویم به ولو بلغ بأحدهما نصابًا دون الآخر تعین ما یبلغ به ولو بلغ بأحدهما نصابًا وخمسًا وبالآخر أقل قومه بالأنفع للفقیر، سراج .

و فی الرد: قوله (من ذهب أو ورق) بیان لقوله نصاب وأشار ب''أو'' إلٰی أنهٗ مخیر إن شاء قومها بالفضة وإن شاء بالذهب لأن الثمنین فی تقدیر قیم الأشیاء بهما سواء ، بحر لکن التخییر لیس علٰی إطلاقهٖ کما یأتی قوله (مقوّما بأحدهما) تکرار مع قولهٖ من ذهب أو ورق لأن معناهما التخییر ومحل التخییر إذا استویا فقط أما إذا اختلفا قوّم بالأنفع اه ح قوله (تعین التقویم به) أی إذا کان یبلغ بهٖ نصابًا لما فی النهر عن الفتح یتعین ما یبلغ نصابًا دون ما لا یبلغ فإن بلغ بکل منهما وأحدهما أروج تعین التقویم بالأروج. (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الزکاة، باب زکاة المال ، ج: ۲، ص: ۲۹۹ ، ط: سعید)

(قوله وتفسیر الأنفع أن یقومها بما بلغ نصابًا)صرح المصنف باختلاف الروایة وأقوال الصاحبین فی التقویم أنهٗ بالأنفع عینا أو بالتخییر أو بما اشتری بهٖ إن کان من النقود وإلا فبالنقد الغالب أو بالنقد الغالب مطلقًا .ثم فسر الأنفع الذی هو أحدها بأن یقوم بما یبلغ نصابًا ، ومعناه أنه إذا کان بحیث إذا قومها بأحدهما لا تبلغ نصابًا والآخر تبلغ تعین علیه التقویم بما یبلغ فأفاد أن باقی الأقوال یخالف هذا ولیس کذلک ، بل لا خلاف فی تعین الأنفع بهذا المعنی علی ما یفیدهٗ لفظ النهایة والخلاصة .

قال فی النهایة فی وجه هذه الروایة :إن المال کان فی ید المالک ینتفع به زمانًا طویلا فلا بد من اعتبار منفعة الفقراء عند التقویم ، ألا تری أنهٗ لو کان یقومه بأحد النقدین یتم النصاب وبالآخر لا فإنهٗ یقومه بما یتم به النصاب بالاتفاق فهذا مثلهٗ انتهٰی .

وفی الخلاصة قال :إن شاء قومها بالذهب وإن شاء بالفضة وعن أبی حنیفة أنهٗ یقوم بما هو الأنفع للفقراء وعن أبی یوسفؒ یقوم بما اشتری ، هذا إذا کان یتم النصاب بأیهما قوم ، فلو کان یتم بأحدهما دون الآخر قوم بما یصیر بهٖ نصابًا انتهٰی .

فإنما یتجه أن یجعل ما فسر بهٖ بعض المراد بالأنفع ، فالمعنی یقوم المالک بالأنفع مطلقًا فیتعین ما یبلغ بهٖ نصابًا دون ما لا یبلغ : فإن بلغ بکل منهما وأحدهما أروج تعین التقویم بالأروج ، وإن استویا رواجًا حینئذ یخیر المالک کما یشیر إلیه لفظ الکافی هذا والمذکور فی الأصل المالک بالخیار إن شاء قومها بالدراهم وإن شاء بالدنانیر من غیر ذکر خلاف ، فلذا أفادت عبارة الخلاصة التی ذکرناها والکافی أن اعتبار الأنفع روایة عن أبی حنیفة ، وجمع بین الروایتین بأن المذکور فی الأصل من التخییر هو ما إذا کان التقویم بکل منهما لا یتفاوت. (فتح القدیر ،کتاب الزکاة ، فصل فی العروض، ج: ۲،ص: ۱۶۷، ط: رشیدیة)

۳:...... و جمع بینهما بحمل ما فی الأصل علی ما إذا کان التقویم بکل منهما لایتفاوت ، و تفسیر الأنفع أن یقومها بما تبلغ نصابًا، وعن الثانی بما إذا اشتری إن کان الثمن من النقود و إلا فبالنقد الغالب ، و عن محمد بالنقد الغالب علی کل حال ، کذا فی الهدایة، و علیه جری الشیخ و غیره و هو مخالف لما فی النهایة من أنه إن کان تقویمهٗ بأحد النقدین یتم به النصاب و بالآخر لا ، قوّمها بما یتمّ بهٖ اتفاقا ، و فی الخلاصة إن شاء قوّمها بالذهب أو بالفضة و عن الإمام أنهٗ یقوّمها بما اشتری، هذا إذا کان یتمّ النصاب بأیهما تقوم فلو کان یتمّ بأحدهما دون الآخر قوّم بما یصیر بهٖ نصابًا ، و علیه فلا یصح تفسیر الأنفع بما ذکر إذ باقی الأموال لا یخالف هذا، نعم یتجه جعلهٗ تفسیرًا لبعض المراد بالأنفع ، فالمعنی : یقوّم المالک بالأنفع مطلقًا فیتعین ما یبلغ بهٖ نصابًا دون ما لا یبلغ فإن بلغ بکل منهما و أحدهما أروج تعین التقویم بالأروج و إن استویا رواجًا خیّر المالک، کذا فی الفتح. (النهر الفائق، کتاب الزکاة، باب زکاة المال، ج: ۱،ص: ۴۴۱ ، ط: دارالکتب العلمیة)

وإذا کان تقدیر النصاب من أموال التجارة بقیمتها من الذهب والفضة وهو أن تبلغ قیمتها مقدار نصاب من الذهب

والفضة فلا بد من التقويم حتى يعرف مقدار النصاب ثم بماذا تقوم ؟ ذكر القدورى فى شرحه مختصر الكرخى أنهٗ يقوم بأوفى القيمتين من الدراهم والدنانير حتى إنها إذا بلغت بالتقويم بالدراهم نصابًا ولم تبلغ بالدنانير قومت بما تبلغ به النصاب وكذا روى عن أبى حنيفة فى الأمالى أنهٗ يقومها بأنفع النقدين للفقراء ومشايخنا حملوا رواية كتاب الزكاة على ما إذا كان لا يتفاوت النفع فى حق الفقراء بالتقويم بأيهما كان جمعًا بين الروايتين وكيفما كان ينبغى أن يقوم بأدنٰى ما ينطلق عليه اسم الدراهم أو الدنانير وهى التى يكون الغالب فيها الذهب والفضة ، وعلٰى هٰذا إذا كان مع عروض التجارة ذهب وفضة فإنهٗ يضمها إلى العروض ويقومه جملة. (بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، كتاب الزكاة، ج: ٢،ص: ١٩ ، ط:دارالكتاب العربى، بيروت)

وأشار بقوله ورق أو ذهب إلٰى أنهٗ مخير إن شاء قومها بالفضة ، وإن شاء بالذهب ؛ لأن الثمنين فى تقدير قيم الأشياء بهما سواء ، وفى النهاية لو كان تقويمهٗ بأحد النقدين يتم النصاب وبالآخر لا فإنهٗ يقومه بما يتم به النصاب بالاتفاق اهـ .وفى الخلاصة أيضا ما يفيد الاتفاق على هذا وكل منهما ممنوع فقد قال فى الظهيرية رجل له عبد للتجارة إن قوم بالدراهم لا تجب فيه الزكاة، وإن قوم بالدنانير تجب فعند أبى حنيفة يقوم بما تجب فيه الزكاة دفعًا لحاجة الفقير وسدا لخلته، وقال أبو يوسفؒ:يقوم بما اشترى فإن اشتراه بغير النقدين يقوم بالنقد الغالب اهـ. فالحاصل أن المذهب تخييرهٗ إلا إذا كان لا يبلغ بأحدهما نصابًا تعين التقويم بما يبلغ نصابًا ، وهو مراد من قال يقوم بالأنفع ولذا قال فى الهداية وتفسير الأنفع أن يقومها بما يبلغ نصابًا. (البحرالرائق ، كتاب الزكاة، باب زكاة المال، ج: ٢،ص: ٢٢٩ ، ط:سعيد) (قولهٗ وعن أبى يوسف أنهٗ يقومها إلخ) رواه عنه محمدؒ قال فى الغاية وعنه التخيير وهو محمول على ما إذا لم يكن بينهما تفاوت ا هـ. (حاشية الشلبى على تبيين الحقائق، كتاب الزكاة، باب زكاة المال، ج: ٢،ص:٧٧-٧٨، ط:سعيد)

۴:......

علم بأن الواجب اتباع ما	ترجيحهٗ عن أهله قد علما
أو كان ظاهر الرواية و لم	يرجحوا خلاف ذاک فاعلم

و قولى أو كان ظاهر الرواية الخ معناه أن ما كان من المسائل فى الكتب التى رويت عن محمد بن الحسن رواية ظاهرة يفتى به و إن لم يصرحوا بتصحيحه، نعم لو صححوا رواية أخرى من غير كتب ظاهر الرواية يتبع ما صححوه، قال العلامة الطرطوسى فى أنفع الوسائل فى مسئلة الكفالة إلٰى شهر :إن القاضى المقلد لا يجوز لهٗ أن يحكم إلا بما هو ظاهر الرواية لا بالرواية الشاذة إلا أن ينصوا على الفتوى عليها ، انتهى. (شرح عقود رسم المفتى ص:۵و١١، ط:مركز توعية الفقه الاسلامى، الهند)

۵:...... فائدة: واعلم أن الروايات إذا اختلفت عن إمامنا فى مسألة، فعامة مشايخنا يسلكون فيها مسلک الترجيح، فيأخذون بظاهر الرواية ويتركون نادرها، وليس بسديد عندى ولا سيما إذا كانت الرواية النادرة تتأيد بالحديث، فإنى أحملهٗ على تلک الرواية، ولا أعبأ بكونها نادرة، فإن الرواية إذا جاء ت عن إمامنا رحمه اللّٰه تعالٰى لا بد أن يكون لها عندهٗ دليل من حديث أو غيره، فإذا وجدت حديثا يوافقها أحمله عليها. (فيض البارى، كتاب الصلاة، باب إذا ذكر فى المسجد أنه جنب، ج: ١، ص:۴٦۵ ، ط: دارالكتب العلمية)

٦ :......واعتبار الأنفع مذهب أبى حنيفة ومعناه يقوم بما يبلغ نصابًا إن كان يبلغ بأحدهما ولا يبلغ بالآخر احتياطًا لحق الفقراء. (تبيين الحقائق ، كتاب الزكاة، باب زكاة المال ، ج: ٢، ص:٧٧-٧٨، ط:سعيد)

٧:......وعن الإمام فى رواية النوادر يقوّمها بالأنفع للفقراء وجعله الشارح مذهب الإمام. (النهر الفائق، كتاب الزكاة، باب زكاة المال، ج: ١،ص: ۴۴١، ط:دارالكتب العلمية)

٨:......(قولهٗ يقومها بما هو أنفع للفقراء والمساكين) تفسير الأنفع أن يقومها بما يبلغ نصابًا عند أبى حنيفة. (الجوهرة النيرة ، كتاب الزكاة ، باب زكاة العروض ، ص:١٦٠ ، ط:مير محمد)

٩ :...... وعن أبى حنيفةؒ أنه يقوم بما فيه إيجاب الزكاة، حتى إذا بلغ بالتقوم بأحدهما نصابًا ولم يبلغ بالآخر قوم بما يبلغ نصابًا، وهو إحدى الروايتين عن محمد. (المحيط البرهانى،كتاب الزكاة، الفصل الثالث، ج: ٢، ص:٢۴٣ ، ط: دار إحياء التراث العربى)

١٠ :...... وحرر فى النهر أنهٗ يشترط بقاء رأس مال لحرفته إن احتاجت لذلک وإلا لا مال لحرفته) و فى الرد قولهٗ (اشترط بقاء رأس كتاجر ودهقان ومزارع كما فى الخلاصة ورأس المال يختلف باختلاف الناس بحر، قلت: والمراد ما يمكنه الاكتساب به قدر كفايته وكفاية عياله لا أكثر لأنهٗ لا نهاية لهٗ. (الدر المختار مع رد المحتار ،كتاب الحج، ج: ٢،ص: ۴٦٢، ط:سعيد)

وأشار بقوله وما لا بد منه إلٰى أنهٗ لا بد أن يفضل لهٗ مال بقدر رأس مال التجارة بعد الحج إن كان تاجرًا وكذا الدهقان والمزارع أما المحترف فلا كذا فى الخلاصة ورأس المال يختلف باختلاف الناس. (البحر الرائق شرح كنز الدقائق ، كتاب الحج، ج: ٢، ص:٣٣٧، طبع: دار المعرفة)

١١ :...... (وبه)أى بهذا النصاب (تحرم الصدقة) كما مر وتجب الأضحية ونفقة المحارم على الراجح وفى الرد: قولهٗ (تحرم الصدقة)أى الواجبة أما النافلة فإنما يحرم عليه سؤالها وإذا كان النصاب المذكور مستغرقًا بحاجته فلا تحرم عليه الصدقة ولا يجب به ما بعدها قولهٗ (كما مر) أى فى قوله أيضا وغنى قوله (ونفقة المحارم) أى الفقراء العاجزين عن الكسب أو الإناث إذا كن فقيرات وقيد بهم لإخراج الأبوين الفقيرين فإن المختار أن يدخلهما فى نفقته إذا كان كسوبا. (الدر المختار مع رد المحتار ، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر، ج:٢، ص:٣٦٠، ط: سعيد)